السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ مع ضم سورہ پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ برتقدیر جواز سراً وخفیتاً ہے یا جہراً وعلانیتاً؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

الحمد للہ الذي جعل في الدین یسرا وسعة وھدي بنبیہ سبل السلام واطوار مختلفة والصلاة والسلام علی نبی التوبة والرحمة وعلی آلہ وأصحابه الکرام البررة اما بعد:

بخاری وابوداود وترمذی میں سورہ فی صلاۃ الجنازہ پڑھنے کے بارے میں باب منعقد کر کے باختلاف الفاظ اس حدیث کو ذکر کیا گیا ہے:

"خلف ابن عباس رضی اللہ عنہما علی جنازة فقرأ بفاتحة الکتاب قال لیعلموا أنہا سنة"[1]

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی اور کہا کہ تم کو معلوم ہوجائے کہ قراءت فاتحہ سنت سے ہے۔ نسائی نے سورہ کو بھی زیادہ کیا ہے۔[2]

اور اصول میں عند الاکثر کالاجماع یہ بات قرار پاچکی ہے کہ صحابی کا من سنة کذا کہنا حدیث مرفوع ہوا کرتا ہے۔[3]

ابن ماجہ نے ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے:

قالت: «أَمَرَنَا رَسُولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنْ نَقْرَأَ عَلَى الْجِنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»[4]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم جو جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم کیا ہے۔

"وفی اسنادہ ضعف یسیر کما قال الحافظ وھو ینجبر بضمہ الی الاول "[5]

اس کی سند میں تھوڑا سا ضعف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمة اللہ علیہ نے کہا ہے، لیکن اس کو پہلی روایت کے ساتھ ملانے سے وہ ضعف ختم ہوجاتا ہے۔

"وعن فضالة بن امیة قال: قرا الذي صلی علی ابی بکر وعمر بفاتحة الکتاب"[6]

(رواہ البخاری فی تاریخہ)

یعنی فضالہ بن ابی امیہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ جس شخص نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جنازہ کی نماز پڑھی تھی۔ اس نے سورہ فاتحہ کو پڑھا تھا۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمة اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔

پس خلاصہ یہ ہوا کہ صلاۃ جنازہ میں سورت فاتحہ بلاتردد پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ حدیث صحیح سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے اور حدیث صحیح پر عمل کرنے میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ بلکہ سب متفق ہیں، چنانچہ شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی مقدمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

"الاحتجاج فی الاحکام بالخبر الصحیح مجمع علیہ"

احکام میں خبر صحیح کے ساتھ احتجاج کرنے پر اجماع ہے۔ فقہائے حنفیہ نے بھی بارادہ دعا سورہ فاتحہ کا پڑھنا جنازہ کی نماز میں جائز لکھا ہے:

"فلو قرا الفاتحة بنیة الثناء جاز کذا فی الاشباہ "[7]

پس اگر ثنا کی نیت سے وہ سورۃ الفاتحہ پڑھے تو جائز ہے۔ "الاشباہ" میں ایسے ہی ہے۔ مولوی عبد الحئ لکھنوی نے شرح وقایہ کے حاشیہ پر قراءت فی صلاۃ الجنازۃ کے متعلق لکھا ہے:

قولہ: خلاف للشافعی فان عندہ یقرا الفاتحة بعد التکبیرة الاولی وھو الاقوي دلیلا وھو "الذي اختارہ الشرنبلالی من اصحابنا والف فیہ رسالة"[8]

اس کا یہ قول کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ پس ان کے نزدیک وہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھے گا اور دلیل کے اعتبار سے یہی زیادہ قوی بات ہے ہمارے اصحاب میں سے الشر نبلالی نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے اور اس میں ایک رسالہ بھی تصنیف کیا ہے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب دہلوی والد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی بھی اس پر عمل کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو جنازہ کی نماز میں لکھا ہے اور کہا ہے : "یہ خیر اور اجمع الادعیہ ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں اپنے عباد کو سکھلایا ہے۔[9] قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مصنف مالابدمنہ نے اپنے وصیت نامہ میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی وصیت کی ہے۔[10] غرض کہ جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ اور سنن نسائی کی زیارت کی رو سے سورہ بھی ملا سکتے ہیں۔

"لا محیص عن المصیر الی ذلک لانہا زیادۃ خارجۃ من مخرج صحیح"

"السراج الوہاج من کشف مطالب صحیح مسلم بن الحجاج" میں ہے :

قال : الامام الربانی الشوکانی فی السیل الجرار صلاۃ الجنازۃ صلاۃ من الصلاۃ التی قال فیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما صح عنہ : ((لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب)) وہذا یکفی فی کونہا فرضا فی صلاۃ الجنازۃ بل فی کونہا شرطا یستلزم عدمہا عدم الصلاۃ فکیف وقد ثبت فی الصحیح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقرأ فی صلاۃ الجنازۃ فاتحۃ الکتاب قال : وینبغی ان یعمد الی سورۃ قصیرۃ فیقرأہا نعم لا یشتغل بغیر الدعاء للمیت بعد تکبیرۃ بما ورد وبمالم یرد فہذا ہو المقصود من صلاۃ الجنازۃ انتہی[11]

یعنی امام شوکانی عالم ربانی نے سیل جرار میں کہا ہے کہ نماز جنازہ ایک نماز ہے ان نمازوں میں سے جن کی شان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی ہے کہ بغیر فاتحہ پڑھنے کے کوئی نماز نہیں ہوتی پس یہ حدیث نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کے فرض بلکہ اس کے شرط ہونے کے واسطے جو عدم فاتحہ سے عدم صلاۃ کو مستلزم ہو، کافی ہے کیونکر یہ بات نہ ہو حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہوچکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کی نماز میں سورت فاتحہ پڑھا کرتے تھے امام شوکانی نے یہ بھی کہا ہے کہ سورت فاتحہ کے ساتھ کسی قدر اور قرآن مجید بھی باندازیسیر ملا لیا کرے اور وہ بھی کوئی چھوٹی سی سورت پڑھ لیا کرے، ہاں پھر تکبیر کے بعد میت کے حق میں دعائے ماثور پڑھنے کے سوا کوئی شغل نہ کرے، کیونکہ نماز جنازہ سے بھی دعا ہی تو مقصود ہے۔ انتہی

"ہذا الذی قالہ الامام الشوکانی ہو الحق الحقیق الذی بلغ غایۃ التحقیق"

اب رہی یہ بات کہ سورت فاتحہ وسورۃ سرا چاہیے یا جہراً؟ سو اس کی نسبت لکھنا اُس جملہ کا جو غطیف بن حارث سائل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت فی صلاۃ اللیل کے جہر یا خفت سے سوال کے دوبارہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب "ربما جہر بہ وربما خفت" میں کہا تھا۔ خالی از مناسبت نہیں ہے۔ وہ جملہ یہ ہے :

"الحمد اللہ الذي جعل فی الامر سعۃ"[12]

غرض کہ سرا وجہراً ہر دو درجہ سے پڑھ سکتے ہیں، اس سے کوئی مانع شرعی و عقلی موجود نہیں ہے بلکہ دونوں باتیں احادیث سے ثابت ہیں۔ سراً پڑھنے کے واسطے یہ حدیث جو بروایت ثقات نسائی میں ہے، دلیل ہے :

عن أَبي أُمامۃَ رضی اللہ عنہ أنَّہ قال : (السُّنَّۃُ فی الصَّلاۃِ علی الجنازۃِ أن یَقرأَ فی التکبیرۃِ الأولی بأمِّ القرآنِ مُخافتۃً، ثم یُکبِّر ثلاثًا، والتسلیم عندَ الآخرۃ)[13]

یعنی میت پر نماز پڑھنے میں سنت یوں ہے کہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ بعد سورہ فاتحہ کو آہستہ سے پڑھا جائے۔

اور جہراً پڑھنے کے واسطے بھی بروایت ثقات مروی ہے :

عن طلحۃ بن عبداللہ بن عوف قال : [صلیت خلف ابن عباس رضی اللہ عنہ علی جنازۃ فقرأ بفاتحۃ الکتاب وقال : لتعلموا أنہا سنۃ"[14]

دوسرے طریق میں ہے :

ابنِ عبّاسٍ علی جنازۃٍ فسمِعتُہ یقرأُ، بفاتحۃِ الکتابِ فلمّا انصرفَ أخذتُ بیدِہِ فسألتُہ فقلتُ تقرأُ؟ قالَ نعَم إنّہ حقٌّ وسُنّۃٌ.[15]

یعنی طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے مروی ہے، کہا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے میت پر جنازہ کی نماز پڑھی، انھوں نے سورہ فاتحہ اور کسی سورۃ کو ایسا جہراً پڑھا کہ ہم نے سنا، فارغ ہونے کے بعد میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر قراءت جہراً پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا، جواب دیا کہ یہ سنت وحق ہے۔

جہر بالقراءت کی یہ حدیث ابو داود کی بھی موید ہے"

، وعن واثلۃ بنِ الأسقعِ رضیَ اللّہ عنہ قال : صلّی بِنا رسولُ اللّہِ صلّی اللّہُ علَیہِ وسلّم علی رجُلٍ منَ المُسلِمینَ، فسمعتہ یقولُ : «اللّہُمّ إنّ فُلانَ ابنَ فُلانٍ فی ذِمّتِکَ"[16]

واثلہ بن الاسقع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مسلمانوں میں سے ایک آدمی کی نماز جنازہ کی امامت کرائی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پڑھتے ہوئے سنا : اے اللہ! فلاں بن فلاں تیرے ذمے میں ہے۔۔۔

عون الباری شرح تجرید بخاری میں ہے :

قد ورد الجہر فأخرج البخاري وغیرہ عن ابن عباس أنہ صلی علی جنازۃ فقرأ بفاتحۃ الکتاب وقال لتعلموا أنہ من السنۃ فمعلوم أن قراءتہ ہذہ لا تکون الا جہرا حتی یعلم ذلک من صلی معہ وزاد النسائی ["1988"]، بعد فاتحۃ الکتاب سورۃ وذکر

أنہ جہر ولفظہ ہکذا فقرأ بفاتحة الکتاب وسورة وجہر ویؤید ذلک ما ثبت فی صحیح مسلم ["963"]، وغیرہ [النسائی "4/73"، ابن ماجہ "1500" أحمد "6/23، 28"، الترمذي "1025"]، من حدیث عوف بن مالک قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی جنازة فحفظنا من دعائہ الحدیث فإن ہذا یدل علی أنہ جہر بالدعاء فلا وجہ لجعل المخافتة مندوبة وإن وردت فی حدیث أبی أمامة بن سہل أنہ أخبرہ رجل من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن السنة فی الصلاة علی الجنازة أن یکبر الإمام ثم یقرأ بفاتحة الکتاب بعد التکبیرة سراً فی نفسہ ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویخلص الدعاء للجنازة فی التکبیرات ولا یقرأ فی شیء منہن ثم یسلم سراً فی نفسہ أخرجہ الشافعی فی مسندہ وفی إسنادہ اضطراب وقواہ البیہقی فی المعرفة وأخرج عن الزہري معناہ وأخرج نحوہ الحاکم من وجہ آخر وأخرجہ أیضاً النسائی وعبدالرزاق قال ابن حجر فی الفتح وإسنادہ صحیح ولیس فیہ قولہ بعد التکبیرة ولا قولہ ثم یسلم سراً فی نفسہ [17]

یعنی امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیل جرار میں کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کا جہراً پڑھنا حدیث میں وارد ہے۔ بخاری وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کسی جنازہ پر سورہ فاتحہ کو پڑھ کر فرمایا تھا کہ تم کو معلوم ہوجائے کہ یہ سنت ہے اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ قراءت جہراً ہی تھی، تب ہی تو ان کے ساتھ والے نمازیوں نے بھی اس کو سن لیا تھا اور نسائی نے سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ کو بھی زیادہ کرکے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قراءت جہراً پڑھی تھی اور اس کا لفظ اس طور پر ہے کہ فاتحہ اور سورۃ کو پڑھا اور جہر کیا اور اس جہر پڑھنے کی وہ حدیث بھی مؤید ہے۔ جو صحیح مسلم وغیرہ میں عوف بن مالک سے ثابت ہے۔ عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت پر جنازہ کی نماز پڑھی تھی تو میں نے آپ کی دعا یاد کرلی اور وہ دعا حدیث میں مذکور ہے، کیونکہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو جہراً پڑھا تھا، پس مخالفت کے مندوب ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگرچہ ابو امامہ بن سہل کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک صحابی نے اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو خبر دی ہے کہ جنازہ کی نماز میں سنت یوں ہے کہ امام تکبیر کے بعد آہستہ سے سورہ فاتحہ پڑھے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور باقی تکبیرات میں میت کے واسطے دعا کرے اور کسی تکبیر میں قراءت نہ کرے، پھر آہستہ سے سلام کہے۔ اس حدیث کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مضبوط کہا ہے اور زہری سے اس کا معنی روایت کیا ہے اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے دوسر طریق سے اس کے مانند روایت کیا ہے اور نسائی اور عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور اس میں قول اس کا "بعد التکبیرۃ الاولیٰ" اور "سراً فی نفسہ" نہیں ہے۔

نیل الاوطار میں نسائی کے لفظ "جہر" کے تحت میں لکھا ہے :

"فیہ دلیل علی الجہر فی قراءۃ الصلاۃ فی الجنازۃ انتہی" [18]

اس میں نماز جنازہ میں جہراً قراءت کرنے کی دلیل ہے۔

ظاہر حدیث فضالہ بن ابی امیہ سے بھی جہراً قراءت فاتحہ ثابت ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث"

عن أبي عبدالرحمن عوفِ بن مالکٍ رضي اللہ عنہ قال : صلّی رسول اللہ صلّی اللہُ عَلَیہِ وسَلّم علی جنازۃٍ، فحفِظتُ من دُعائِہِ وہُوَ یَقُولُ : « اللّہُمّ اغفِرْ لہُ، وارحمہُ، وعافِہِ، واعفُ عنہُ، وأکرِم نزُلہُ، ووسّعْ مُدخَلہُ واغسِلہُ بالماءِ والثّلجِ والبرَدِ، ونقِّہِ من الخطَایَا، کما نقّیتَ الثّوبَ الأبیضَ من الدّنسِ، وأبدِلہُ داراً خیراً من دارِہ، وأہلاً خیراً من أہلِہِ، وزَوجاً خیراً من زَوجِہِ، وأدخِلہُ الجنّۃَ، وأعِذہُ من عذابِ القبرِ، ومن عذابِ النّارِ» حتّی تمنّیتُ أن أکُونَ أنا ذلکَ المیّتَ. رواہ مسلم

کے تحت میں السراج الوہاج میں لکھا ہے :

الحدیث فیہ دلالۃ واضحۃ علی الجہر بالدعاء فی صلوۃ الجنازۃ ولا مانع منہ شرعا وعقلا ولا داعی الیہ فیکون الجہر والاسرار فیہا سواء کباقی الصلوات الخ [19]

یعنی اس حدیث میں کھلی دلالت ہے نماز جنازہ میں دعا کے جہر پڑھنے پر اور اس سے کوئی مانع شرعی وعقلی بھی نہیں ہے اور نہ کوئی امر اس کی طرف داعی ہے پر جہر اور اسرار اس میں دونوں برابر ہیں دوسری نمازوں کی طرح۔"

خلاصہ کلام وحاصل امر یہ کہ جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ وسورۃ دیگر بلکہ دعا کو بھی جہراً پڑھ سکتے ہیں۔ احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے جہراً اور سراً دونوں مساوات کا درجہ رکھتے ہیں۔

الجواب صحیح : فی الواقع جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا اور بھی اس ک ساتھ ضم سورہ کرنا احادیث معتبرہ سے ثابت ہے اور جہراً خواہ سراً جس طرح چاہیں پڑھیں، اختیار ہے، مجیب للہ درہ نے ان سب امور کو اچھی طرح کافی دلائل سے ثابت کردیا ہے۔ جس پر مزید کی حاجت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1]۔ صحیح البخاری رقم الحدیث (1270) سنن ابی داود رقم الحدیث (3198) سنن الترمذی رقم الحدیث (1027)

[2]۔ سنن النسائی رقم الحدیث (1987)

[3]۔ فتح المغیث (1/119) وغیرہ۔

[4]۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث (1496) اس کی سند میں حماد بن جعفر العبدی ضعیف ہے۔

[5]۔ التلخیص الحبیر (2/119)

[6]۔ التاریخ الکبیر (7/125) الجرح والتعدیل (7/77)

[7]۔ فتح القدیر (3/378) رد المختار (1/512)

[8]۔ علامہ حسن شرنبلانی (1069ھ) نے نماز جنازہ میں قراءت کے جواز پر النظم المستطاب لحکم القراءۃ فی صلاۃ الجنازۃ بأم الکتاب کے نام سے رسالہ تحریر کیا ہے۔

[9]۔ حجۃ اللہ البالغہ (ص: 492)

[10]۔ وصیت نامہ (ص: 152 ملحق مالابد منہ) مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

[11]۔ السراج الوھاج للنواب صدیق حسن خان (3/334)

[12]۔ سنن ابی داود رقم الحدیث (226) مسند احمد (6/47)

[13]۔ سنن نسائی رقم الحدیث (1989)

[14]۔ سنن نسائی رقم الحدیث (1987)

[15]۔ سنن نسائی رقم الحدیث (1988)

[16]۔ سنن ابی داود رقم الحدیث (3202)

[17]۔ عون الباری لحل ادلۃ البخاری لنواب صدیق حسن خان (3/628)

[18]۔ نیل الاوطار (4/102)

[19]۔ السراج الوھاج کشف صحیح مسلم بن الحجاج 3/306)

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبداللہ غازی پوری

کتاب الجنائز، صفحہ: 319

محدث فتویٰ